اکائی 11 انشائیہ نگاری: فن اور ادبی ولسانی اہمیت، اردو میں انشائیہ نگاری کی روایت

ساخت

11.1 اغراض ومقاصد
11.2 تمہید
11.3 انشائیہ نگاری: فن
11.3.1 انشائیہ: فن، تعریف اور تفہیم
11.3.2 انشائیہ نگاری سے متعلق خیالات
11.3.3 انشائیہ نگاری کی ادبی اہمیت
11.3.4 انشائیہ نگاری کی لسانی اہمیت
11.4 اردو میں انشائیہ نگاری کی روایت
11.4.1 انشائیہ نگاری اور مضمون نگاری
11.4.2 انشائیہ نگاری اور طنز و مزاح
11.4.3 اردو کے چند اہم انشائیہ نگار
11.5 آپ نے کیا سیکھا
11.6 اپنا امتحان خود لیجیے
11.7 سوالات کے جوابات
11.8 فرہنگ
11.9 سفارش کردہ کتب

11.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- انشائیہ نگاری کے فن سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔
- انشائیہ نگاری کے تعلق سے چند اہم خیالات سے واقف ہوں گے۔
- انشائیہ نگاری کی اہم خصوصیات کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔
- انشائیہ نگاری کی ادبی ولسانی اہمیت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- اردو انشائیہ نگاری کی روایت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- انشائیہ نگاری اور مضمون نگاری کے فرق کو سمجھ سکیں گے۔
- انشائیہ نگاری اور طنز و مزاح کے فرق کو سمجھ سکیں گے۔
- اردو کے چند اہم انشائیہ نگاروں کے بارے میں واقفیت حاصل کریں گے۔

11.2 تمہید

اردو کے نثری سرمائے میں افسانوی اور غیر افسانوی دونوں قسم کی نثر شامل ہیں۔ اردو نثر کو فروغ دینے میں ان دونوں قسم کی نثر کی اپنی اہمیت ہے۔ اردو نثر کی جو دیگر صورتیں ہیں ان سے آپ پہلے واقف ہو چکے ہیں۔ یہاں آپ کو اردو کی ایک غیر افسانوی نثری صنف انشائیہ سے متعارف کرایا جائے گا اور اس کی فنی خوبیوں سے واقف کرایا جائے گا۔ ان کو سمجھ لینے کے بعد آپ انشائیہ کی ادبی اور لسانی اہمیت سے بھی متعارف ہوں گے۔ اس کے بعد اردو میں انشائیہ کی جو روایت رہی ہے اس سے بھی واقف ہوں گے۔ بعض اصناف اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے سے بہت قریب ہوتی ہیں مگر ان میں بنیادی فرق ہوتا ہے۔ اس یونٹ میں آپ انشائیہ نگاری، مضمون نگاری اور طنز و مزاح کے فرق کو بھی سمجھیں گے۔ اردو میں انشائیہ نگاری کی روایت کو عہد بہ عہد آگے بڑھانے والے چند اہم انشائیہ نگاروں کا بھی یہاں مختصراً تذکرہ کیا جائے گا۔

11.3 انشائیہ نگاری: فن

11.3.1 انشائیہ: فن، تعریف اور تفہیم

غیر افسانوی اردو نثر کی مختلف صورتوں میں انشائیہ بھی ایک صنفِ نثر ہے۔ ہر تخلیقی نثر مافی الضمیر کے اظہار کی صورت ہوتی ہے۔ اس لیے انشائیہ بھی تخلیقی اظہار ہی کی ایک صورت ہے۔ مگر اس فن کے کچھ مقاصد اور حدود بھی ہیں۔ انشائیہ کے فن کا بنیادی مقصد زبان و بیان میں نئی تازگی پیدا کرنا اور موضوع سے متعلق نئے تاثرات کو جنم دینا ہے۔ اس تازگی اور تاثر سے انسانی فکر، زندگی اور کائنات کے پُر اسرار حقیقت سامنے آجاتے ہیں۔ جہاں تک اس کے حدود کا تعلق ہے تو انشائیہ میں موضوع اور مواد کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اس کو کسی بھی موضوع پر فکری یا نیم فکری مواد کے ساتھ آزادانہ طور پر قلم بند کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ موضوع اور مواد نئے تناظر میں ہوں اور اس میں تفہیم کی تازہ کاری سے نیا زاویہ بھی پیدا ہو، تاکہ پیش کردہ موضوع میں انوکھا پن ظاہر ہو۔ جب ہم کسی موضوع کو کسی نئے زاویے سے یا زاویہ بدل کر دیکھتے ہیں تو اس میں سے نئی حقیقت دریافت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ موضوع سے نئی حقیقت کو دریافت کرنا ہی انشائیہ کے فن کی اصل غرض و غایت ہے۔

انشائیہ کے فن میں تین چیزیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں، خیال، معنی اور بیان۔ ان تینوں کی ہم آہنگی سے ہی انشائیہ کا فن نمو پاتا ہے اور کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ آیئے پہلے ہم لفظ ''انشائیہ'' پر غور کرتے ہیں۔ ''انشائیہ'' عربی لفظ ''انشاء'' سے بنا ہے، جس کے معنی تخلیق، عبارت آرائی، تحریر یا دل سے کوئی بات کرنا، کے ہیں۔ یہ اس کے لفظی معنی ہیں۔ ادب کی اصطلاح میں اس کے معنی بدل جاتے ہیں۔ ادبی اصطلاح میں یہ انگریزی لفظ Personal Essay کے متبادل کے طور پر مستعمل ہے۔ اردو میں اس کے لیے دوسری اصطلاحیں بھی رائج ہیں، مثلاً انشائے لطیف، لطیف پارہ یا مضمونِ لطیف وغیرہ، لیکن انشائیہ سب سے زیادہ مستعمل اصطلاح ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ لفظ ''انشائیہ'' کا استعمال بطورِ اصطلاح سب سے پہلے 1942 میں اختر اورینوی نے علی اکبر قاصد کے مجموعۂ مضامین ''ترنگ'' کے دیباچے میں کیا تھا۔ تقریباً پندرہ برس تک اس اصطلاح کو کوئی خاص توجہ نہیں ملی۔ 1957 کے بعد جب وزیر آغا کی کوششوں سے اردو ادب میں جدید انشائیے کی تحریک چلی تو اس اصطلاح کو قبول عام حاصل ہوا۔ اس تحریک کو آگے بڑھانے میں دو اہم ادبی

رسائل ''اوراق'' اور ''ادبی دنیا'' نے خصوصی کردار ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صنفِ انشائیہ نگاری کا فن اردو میں مغرب ہی سے مستعار ہے۔ مغرب میں فرانسیسی ادیب مونتین (1512-1592) کو انشائیہ نگاری کا موجد سمجھا جاتا ہے، جس نے 1571 میں پہلی بار Essay کی اصطلاح استعمال کی تھی اور Essaies کے نام سے 1580 میں اپنی کتاب شائع کی تھی۔ لفظ Essay فرانسیسی زبان میں عربی زبان سے آیا تھا۔ عربی زبان میں ''سعی''، کوشش کو کہتے ہیں اور اس میں ''ال'' کا اضافہ کرنے سے یعنی ''السعی'' سے خاص کوشش کے معنی برآمد ہوتے ہیں۔ مونتین نے حیات و کائنات کے مظاہر کو ایک نئے زاویے سے اپنے ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی تھی۔ شاید اس لیے اس نے اپنی اس نئی کوشش کو ایک خاص کوشش یعنی ''السعی'' (Essay) کا نام دیا تھا۔ مونتین کی اس تحریر سے متاثر ہو کر بیکن نے بھی اسی اصطلاح کا استعمال کیا اور 1593 میں اپنے Essaies شائع کیے۔ اس طرح مغرب میں سولہویں صدی عیسوی میں انشائیہ نگاری کی ابتدا؟ ہوئی اور دیکھتے دیکھتے تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ بیکن کے بعد ابراہم کاولے، رچرڈ اسٹیل، جوزف اڈیسن، ولیم ہیزلٹ، جانسن، جوناتھن سوفٹ، چارلس لیمب، گولڈ اسمتھ، وغیرہ نے اس فن کو ایک نئی جہت دی اور بطورِ فن اس کو مستحکم کیا۔ اس طرح مغرب میں انشائیہ کی ایک طویل روایت قائم ہوئی۔

انشائیہ کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

جانسن کے مطابق:

> ''انشائیہ ایک ذہنی ترنگ ہے، جس میں بے ترتیب، غیر منضبط اور ناپختہ خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔''
>
> "Essay is a loose sally of mind, an irregular indigested piece, not a regular and orderly composition." (The English Essay and Essaists)

بیکن کے مطابق:

> ''ایسی مختصر تحریریں جن میں بغیر کسی تجسس اور کھوج کے کسی حقیقت کا اظہار ہو جائے میری نظر میں انشائیہ ہیں۔'' (English Essaies)

ہاوسٹن پیٹرسن کے مطابق:۔

> ''انشائیہ نثر کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جس میں مصنف دنیا کے کسی بھی موضوع کے باب میں اپنی ذات کا انکشاف کرتا ہے۔'' (Great Essays)

آر۔ ڈبلیو۔ جیپسن کے مطابق:

> ''انشائیہ کسی بھی واقعہ کی تشریح، تفسیر یا بیان ہو سکتا ہے۔ اس میں استدلالی، تنقیدی، مباحثی یا سوانحی تحریریں شامل کی جا سکتی ہیں۔'' (Essays by Modern Writers)

احتشام حسین کے مطابق:

''انشائیہ کو ایک ایسی فلسفیانہ شگفتگی کا حامل ہونا چاہئے جو پڑھنے والے کے ذہن میں استدلال کے ذریعے نہیں بلکہ محض خوشگوار استعجاب اور بے ترتیب اندازِ بیان کے ذریعے اپنا تاثر قائم کرے۔'' (اردو انشائیہ)

اختر اورینوی کا خیال ہے کہ

''انشائیہ فلسفیت اور رنگینی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ایسی فلسفیت جس میں دل جلے پن، خشونت یا وحشت خیز سنجیدگی نہ ہو، یہاں فلسفہ ہوتا ہے مگر بغیر رُندھے ہوئے چہرے کے، رنگینی ہوتی ہے مگر ذمہ داری کے ساتھ۔'' (مقدمہ ''ترنگ''، علی اکبر قاصد)

نظیر صدیقی کے مطابق:

''انشائیہ نام ہے اس مضمون کا جس کی لمبائی ایک سے بیس یا تیس صفحے تک کچھ بھی ہوسکتی ہے۔ جس میں کسی بھی موضوع سے بحث کی جاسکتی ہے۔ جو اپنے مشن اور اسلوب دونوں اعتبار سے شخصی ہوتا ہے۔ جو اندازِ فکر یا اندازِ نظر یا اندازِ بیان کے اعتبار سے غیر سنجیدہ یعنی لائٹ ہوتا ہے۔ جس میں گہری سے گہری بات بھی سہل اور سرسری انداز میں کہی جاتی ہے۔ جس میں عدم سنجیدگی اور لا اُبالی پن کی فضا پائی جاتی ہے۔ جس میں طنز و مزاح کے عناصر جلی بھی ہوسکتے ہیں اور خفی بھی۔ جس کا مقصد قاری کو محظوظ کرنا بھی ہوسکتا ہے اور اسے سوچنے پر مائل کرنا بھی۔'' (انشائیہ کیا ہے؟)

عبادت بریلوی کے مطابق:

''انشائیہ ادبِ لطیف کی وہ صنف ہے، جسے عام طور پر ہلکے پھلکے ادب (لائٹ لٹریچر) سے منسوب کرتے ہیں، یعنی جس میں انشاء پردازی کا مقصود علمی و ادبی یا سماجی و اصلاحی نہیں بلکہ محض نشاطی اور انبساطی ہے۔'' (انشائیہ نمبر ''ادیب'' علی گڑھ)

وزیر آغا کے مطابق:

''انشائیہ اس نثری صنف کا نام ہے جس میں انشائیہ نگار اسلوب کی تازہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انشا و مظاہر کے مخفی مفاہیم کو کچھ اس طور پر گرفت میں لیتا ہے کہ انسانی شعور اپنے مدار سے ایک قدم باہر آکر ایک نئے مدار کو وجود میں لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔'' (دوسرا کنارہ)

انشائیہ کی تعریف مختلف طریقے سے بیان کیے جانے کی وجہ سے ہی یہ صنف متنازعہ بن گئی ہے۔ یہ تنازع انشائیہ کے موضوع اور اسلوب، دونوں کی وجہ سے ہے۔ ایک زمانے تک مضمون اور انشائیہ کو ایک ہی سمجھا جاتا اور دوسری طرف مزاحیہ اور سنجیدہ اسلوب پر ردّ و کد ہوتی رہی، اس لیے یہ مسئلہ پیدا ہوا۔ اردو میں انشائیہ نگاری کے دو

اسالیب رائج ہیں، ایک مزاحیہ اور دوسرا سنجیدہ۔ انہیں دونوں اسالیب کی وجہ سے اکثر مغالطے پیدا ہوئے ہیں اور اسے متنازعہ بھی بنا دیا گیا ہے۔ اردو میں انشائیہ لکھنے والوں کا طریقہ بھی جدا جدا رہا ہے۔ ایک طبقہ انگریزی طرزِ انشائیہ کو اختیار کر کے وہی انداز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب کہ دوسرا طبقہ اپنی تحریر میں آزادانہ وسعت دینے کی سعی کرتا ہے تاکہ الطاف کی خوبیاں پیدا ہو سکیں۔ کوئی طنز و مزاح کو انشائیے کے لیے سمِ قاتل سمجھتا ہے تو کوئی اسے تریاق۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں اسالیب اپنی اپنی جگہ درست اور ذہنی و قلبی سکون میں معاون اور نشاط و انبساط کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اسلوب کی رنگارنگی سے ہی فن کو جلا ملتی ہے۔ اس لیے اس نزاعی مسئلہ کا حل یہ ہے کہ کھلے دل سے دونوں اسالیب کو اپنایا جائے اور اس فن کی آبیاری کی جائے۔

11.3.2 انشائیہ سے متعلق خیالات

انشائیہ کے فن، موضوع اور اسلوب کے تعلق سے بہت سی باتیں کی گئی ہیں۔ جاوید وشِشٹ نے اس کے ابتدائی نقوش ''سب رس'' میں تلاش کیے ہیں۔ کلیم الدین احمد کا خیال ہے کہ خط کی طرح انشائیہ بھی اپنی تلاش اور اپنی دریافت ہے۔ انور سدید نے انشائیہ کو ایک غیر مقصدی صنفِ ادب قرار دیا ہے۔ وزیر آغا اسے ایک نئے زاویۂ نگاہ کا نام دیتے ہیں۔ نظیر صدیقی کے نزدیک انشائیہ بے معنی باتوں میں معنی تلاش کرنے کا فن ہے۔ مشکور حسین یاد اسے اُمُّ الاصناف کہتے ہیں۔ نیاز فتحپوری اسے ایک قسم کی Soliloquy کہتے ہیں۔ حامد برزگی کے نزدیک انشائیہ نثر کی غزل ہے۔ سید محمد حسنین داخلیت (Subjectivity) کو اس کی بنیادی شرط مانتے ہیں۔ عبادت بریلوی کا خیال ہے کہ انشائیہ علمی اور ادبی نہیں ہوتا اور نہ ہی معلوماتی ہوتا ہے بلکہ اس کی نوعیت ذاتی اور انفرادی ہوتی ہے۔ سید صفی مرتضی کا خیال ہے کہ انشائیہ کو فلسفیانہ شگفتگی اور خوش گوار استعجاب کا حامل ہونا چاہیے۔

انشائیہ سے متعلق بنیادی طور پر دو قسم کے خیالات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایک اس کی حمایت میں اور دوسرا اس کی مخالفت میں۔ اس کی حمایت کرنے والے اس کے وجود کو اردو ادب کے لیے سرمایہ قرار دیتے ہیں۔ اس کو موضوع، مواد اور اسلوب کی اہمیت کے تحت سراہتے ہیں اور اسے انکشافِ ذات و کائنات کا اہم وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ دوسری طرف اس کی مخالفت کرنے والے کہتے ہیں کہ انشائیہ میں معمولی اور بے مصرف موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے سماجی، سیاسی اور مابعد الطبیعاتی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ انشائیہ میں زیادہ تر مسکرانے کا اہتمام ہوتا ہے اور کھل کر ہنسنے اور قہقہہ لگانے کی اجازت نہیں ہوتی، اس لیے اس میں زندگی جیسا پھیلاؤ نہیں ہوتا، زندگی جیسی زندگی نہیں ہوتی اور جز وقتی کیف مہیا کرانے سے آگے قدم نہیں بڑھاتا۔ مزید یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فن انشائیہ نگار کو ٹانگوں کے درمیان سے سمندر دیکھنے کا مشورہ دیتا ہے۔ انشائیہ کے فن پر اس قسم کے جارحانہ اعتراضات کے باوجود انشائیہ نگاری نے فنی اعتبار سے اپنے وجود کو برقرار رکھا، اپنی داخلی قوت کو بڑھایا اور داخلی امکانات کے دائرے کو وسیع کیا اور تاریخ کے ہر موڑ پر خود کو مستحکم رکھ کر نئی بلندیوں کو چھوا ہے۔

11.3.3 انشائیہ نگاری کی ادبی اہمیت

غیر افسانوی اردو نثر کی ایک اہم صنف ہونے کی حیثیت سے انشائیہ نگاری کی اپنی ادبی اہمیت ہے۔ ادب کا کام ہی قاری کے نفسیاتی شعور کو تسکین پہنچانا ہے اور انشائیہ اس کام کو بخوبی انجام دیتا ہے۔ انشائیہ میں چوں کہ حیات و کائنات کے مختلف موضوعات کو مختلف زاویے سے پیش کیا جاتا ہے اس لیے انسانی شعور کو ایک نئی بلندی اور افکار و خیالات کو ایک نئی جہت حاصل ہوتی ہے۔ انشائیہ میں جذباتی اور نظریاتی جکڑ بندی نہیں ہوتی اور آزاد خیالی کو

بے تکلفی سے برتا جاتا ہے اس لیے یہ ذات و کائنات کے انکشاف کا وسیلہ بنتا ہے اور پڑھنے والا موضوع کے اطراف وجوانب کے نئے گوشوں سے واقف ہو جاتا ہے۔ انشائیہ چوں کہ استعجابی کیفیت سے گتھی ہوئی تحریر ہوتی ہے اس لیے قاری کے لیے انبساطی مواقع فراہم کرتی ہے۔ انشائیہ چوں کہ مربوط اور وحدتِ تاثر میں ڈھلی ہوئی تحریر ہوتی ہے اس لیے یہ شگفتگی، تازگی اور فکری اچھوتے پن کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ انشائیہ، معمولی موضوعات کو غیر معمولی طریقے سے پیش کرتی ہے اس لیے قاری انفرادیت میں اجتماعیت اور اجتماعیت میں انفرادیت محسوس کرتا ہے جس سے دلکشی دوبالا ہو جاتی ہے۔ انشائیہ چوں کہ ذہنی خلاّقیت کو منظّم اور مؤثر بنانے کا فن ہے اس لیے قاری اس کے ظرافتی یا سنجیدہ فضا میں تصفیۂ ذہن بھی محسوس کرتا ہے۔ انشائیہ سے ہماری روحانی اور وجدانی کیفیات کو داخلی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی اعتبار سے ادب کا وسیلہ بھی بنتی ہے اور ادب کا وسیلہ بن کر وہ اپنے قاری کو تہذیبی اور روحانی ترّفع بھی عطا کرتی ہے۔

انشائیہ کی ادبی اہمیت کا انحصار اس کے اختصار میں ہے۔ یعنی یہ اختصار موضوع کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے اور اسلوب کے لحاظ سے بھی۔ موضوع کے اختصار سے مراد یہ ہے کہ اس کے مختلف پہلوؤں کو تفصیل کے بجائے مختصر بیان کیا جائے اور صرف ان نکات یا واقعات کو بیان کیا جائے، جو انشائیہ نگار کے تجربات کے اندر ہوں۔ اسلوب کے اختصار سے مراد یہ ہے کہ انشائیہ نگار اپنے ذاتی تجربات کو مختصر الفاظ میں پیش کرے۔ اختصار سے بات پُر لطف ہو جاتی ہے اور مطلب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اختصار دراصل جامعیت ہی کا دوسرا نام ہے۔ جامعیت کے لیے موضوع پر مکمل عبور کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے پیش کردہ موضوع، بصیرت افروز بن پاتا ہے۔

انشائیہ کی ادبی اہمیت اس کی بے ربط خیالی میں ہے۔ جس طرح ہماری زندگی بے ربط اور بے ہنگم ہوتی ہے، اسی طرح انشائیہ کی تحریر بھی بے ربط اور بے ہنگم ہوتی ہے۔ مگر اس اَن مِل، بے میل اور بکھراؤ کے باوجود جس طرح ہماری زندگی داخلی طور پر مربوط اور منظّم ہوتی ہے، اسی طرح انشائیہ کی تحریر بھی مربوط اور وحدتِ تاثر میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ انشائیہ کی اس بے ربطی، ڈھیلی ڈھالی، لچیلی، غیر رسمی اور غیر منظّم صورت سے ہی اس میں شگفتگی اور تازگی آتی ہے اور تاثر پیدا ہوتا ہے۔

انشائیہ کی ادبی اہمیت کا راز اس کے انبساطی اور نشاطی مقصد میں پوشیدہ ہے۔ مسرت، حیرت، شگفتگی، رنگینی اور ظرافت سے انشائیے کو دلکش اور دلچسپ بنایا جاتا ہے، جس سے قاری کو قلبی سکون اور فکری سرور حاصل ہوتا ہے۔ انشائیے کی ادبی اہمیت مذکورہ انہیں وجوہات سے قائم ہوتی ہے۔

11.3.4 انشائیہ نگاری کی لسانی اہمیت:

کسی بھی ادب پارہ کی لسانی اہمیت سے مراد یہ ہے کہ اس ادب پارہ میں جو زبان استعمال ہوئی ہے وہ اپنی تخلیقی خصوصیات کی بنا پر کس حد تک تحسین شناسی میں کامیاب ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ زبان اور ادب میں گہرا رشتہ ہوتا ہے اور زبان ہی ادب کا ذریعۂ اظہار ہوتی ہے۔ اس لیے زبان ہی کے مخصوص استعمال سے کسی بھی ادب پارہ کے اسلوب کا تعین ہوتا ہے۔ عام بول چال اور ادبی زبان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ عام بول چال کی زبان سیدھی سادی، سپاٹ اور ترسیلی ہوتی ہے، جبکہ ادبی زبان علامتی ہوتی ہے۔ اس میں لفظی اور معنوی صنعتوں اور بدیع و بیان سے کام لیا جاتا ہے اور اشاروں و کنایوں میں بات کی جاتی ہے اور اکثر الفاظ کے لغوی معنی مراد نہیں لیے جاتے۔ اس لیے ادبی زبان میں اظہار کی صورت بھی براہِ راست نہیں ہوتی بلکہ بالواسطہ ہوتی ہے۔ ادبی

زبان کا بنیادی مقصد ترسیلی، ابلاغی، اظہاری اور جمالیاتی ہوتا ہے، اس لیے اکثر اس میں تراش خراش، توڑ پھوڑ اور ایجاد و اختراع سے کام لیا جاتا ہے۔ ادبی زبان میں انفرادیت اور تخلیقیت بھی اسی سبب پیدا ہوتی ہے، جس کی ادب میں بہت اہمیت ہے۔

انشائیہ کا جب ہم مذکورہ خصوصیات کے پیشِ نظر جائزہ لیتے ہیں تو اس میں استعمال زبان، الفاظ کی تشکیل، اس کی ترتیب و تنظیم، جملوں کی ساخت، کو سامنے رکھتے ہیں اور اس کے اسلوبی خصائص کو نشان زد کرتے ہیں، جس سے ہمیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ انشائیہ میں زبان و بیان کی کون کون سی خوبیاں موجود ہیں اور انشائیہ دیگر ادب پاروں سے کس طرح مختلف اور منفرد ہے۔ جب ہم انشائیے میں یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں موضوع اور مواد نئے تناظرات کے ساتھ تفہیم کی تازہ کاری میں حصہ لیتے ہیں تو یہ سب کچھ زبان کے تخلیقی استعمال ہی سے ممکن ہو پاتا ہے۔ انشائیہ میں زبان کا جس طرح تخلیقی استعمال ہوتا ہے اور جس طرح معنی، بیان اور خیال میں ربط پیدا کیے جاتے ہیں، ان کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کی لسانی اہمیت خود بخود واضح ہوجاتی ہے۔

11.4 اردو میں انشائیہ نگاری کی روایت

اردو میں انشائیہ نگاری کی روایت کو ہم آسانی کے لیے زمانی اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اس کی پہلی اور ابتدائی منزل وہ تھی جب عہد سرسید میں علمی و اصلاحی مقاصد کو سامنے رکھ کر مختلف نوعیت کے مضامین لکھے جارہے تھے۔ خود سرسید نے انگریزی Essay کی طرز پر کئی مضامین، مثلاً امید کی خوشی، بحث و تکرار، سَرابِ حیات، کاہلی، سمجھ، خوشامد، ہمدردی، وغیرہ لکھے۔ اسی زمانے میں محمد حسین آزاد نے گلشنِ امید، سیرِ زندگی، سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ، انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا، وغیرہ لکھے۔ اسی دور میں الطاف حسین حالی نے بھی زمانہ، زبانِ گویا، وغیرہ لکھے۔ اس دور میں انشائیہ نگاری کو اردو میں متعارف کرانے والے دیگر اصحابِ فن میں ڈپٹی نذیر احمد، نواب محسن الملک، مولوی ذکاءاللہ، عبدالحلیم شرر۔ وحیدالدین سلیم، رتن ناتھ سرشار کا نام بھی خصوصیت کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔ جنھوں نے انگریزی ایسّے کو بنیاد بنا کر انشائیے لکھے۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اس زمانے میں ایسّے کے لیے اردو میں مضمون ہی کی اصطلاح رائج تھی اور بیسویں صدی عیسوی کے نصف تک مضمون اور انشائیہ میں کوئی فرق ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ جب جدید انشائیہ نگاری کی ابتداء 1960 کے بعد ہوئی تب اس کے لیے انشائیہ کی اصطلاح کو خصوصیت کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ حالانکہ کہ جدید انشائیہ سے قبل جو انشائیے لکھے گئے وہ بھی انشائیے ہی تھے اور اپنی ابتدائی منزل میں تھے، جنھیں ہم اردو انشائیے کا نقشِ اوّل کہہ سکتے ہیں۔

اردو انشائیے کی دوسری منزل وہ تھی جب بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی چند دہوں میں میر ناصر علی، سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش، سجاد انصاری، مہدی افادی، خواجہ حسن نظامی، فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، ابوالکلام آزاد، احمد شاہ پطرس بخاری، فلک پیما، کرشن چندر، انجم مانپوری، فکر تونسوی، کنہیالال کپور، علی اکبر قاصد وغیرہ نے انشائیے لکھے اور اس فن کو وسعت دے کر فطری حقیقت سے قریب کیا۔ اس دور کے انشائیہ نگاروں نے انشائیہ کے فن کو ایک نئی معراج پر پہنچایا۔

اردو انشائیے کی تیسری منزل وہ ہے جسے ہم عرفِ عام میں ''جدید انشائیہ نگاری'' سے موسوم کرتے ہیں۔ وزیر آغا کی پیش رفت اور ''اوراق'' و ''ادبِ لطیف'' جیسے ادبی رسائل کی کوششوں سے 1960 کے بعد ہوئی۔ اس دور میں جو انشائیے لکھے گئے ان میں زبان کے فنکارانہ استعمال پر زیادہ زور دیا گیا اور جمالیات کی نئی فضا تیار کی گئی۔

جدید انشائیہ نگاروں میں وزیر آغا، داؤد رہبر، غلام جیلانی اصغر، مشتاق قمر، انور سدید، جمیل آزر، جاوید صدیقی، نظیر صدیقی، مشکور حسین یاد، سلیم آغا قزلباش، احمد جمال پاشا، کامل القادری، اکبر حمیدی، مجتبیٰ حسین، یوسف ناظم، مشتاق احمد یوسفی وغیرہ نے اپنے انشائیوں میں پہلے سے زیادہ ذہنی خلاّقیت پیدا کرنے کی کوشش کی اور انشائیے کے فن کو زیادہ تہہ دار بنادیا۔اس دور کے انشائیوں میں سنجیدگی کو زیادہ اہمیت دی گئی اور زندگی کے گہرے مشاہدے کو فن کا حصہ بنایا گیا۔

اردو انشائیہ نگاری کی چوتھی منزل دورِحاضر سے وابستہ ہے۔موجودہ دور میں بہت سے انشائیہ نگار ہیں جنھوں نے خصوصیت کے ساتھ انشائیہ کے فن پر توجہ کی ہے۔شہزاد قیصر، حامد برگی، انجم نیازی، اظہار عثمانی، آدم شیخ، خالد محمود، ضمیر حسن دہلوی، عظیم اختر، مسیح انجم، علیم خاں فلکی، نصرت ظہیر، اسد رضا، منظور عثمانی، شفیقہ فرحت، اقبال مسعود، اعجاز علی ارشد، منظور الامین، مختار ٹونکی، ناصر عباس نیر، سعید خان زیدی، محمد اسد اللہ، ابن کنول، ساجد جلالپوری وغیرہ انشائیہ نگاروں نے نئی معنویت کے ساتھ انشائیے لکھے اور فن کی سطح کو زندگی اور ذات کے پوشیدہ خانوں سے نکال کر نئے حسّی تجربات سے آشنا کیا ہے۔

11.4.1 انشائیہ نگاری اور مضمون نگاری:

اردو میں ایک زمانے تک مضمون نگاری اور انشائیہ نگاری کو ایک ہی سمجھا گیا۔اس لیے مغالطے بھی پیدا ہوئے۔ مغرب میں ڈوبڑی نے سب سے پہلے دونوں اصناف کے درمیان حدّ فاصل کھینچ کر تخصیص کی تھی اور دونوں کو الگ الگ صنف قرار دیا تھا۔اس نے مضمون نگاری کے لیے Essay اور انشائیہ نگاری کے لیے Personal Essay کی اصطلاح استعمال کی تھی۔جسے بعد میں Light Essay or Familiar Essay بھی کہا گیا۔اس لیے اپنے مقاصد، وسعت، تنوع اور تخلیقی تناظر کے اعتبار سے انشائیہ، مضمون سے مختلف ہوتا ہے۔دونوں اصناف کے فرق کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مضمون معلوماتی اور انشائیہ احساسی ہوتا ہے۔مضمون اپنے نکات (Points) کے اعتبار سے متعین (Fixed) ہوتا ہے جبکہ انشائیہ اپنے اندر بے پناہ ہمہ گیریت رکھتا ہے۔مضمون میں شخصیت چھپی ہوتی ہے جبکہ انشائیہ میں شخصیت ابھرتی ہے۔مضمون میں موضوع کو خصوصیت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے جبکہ انشائیہ میں عمومی اعتبار سے۔مضمون میں خارجیت کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ انشائیہ میں داخلیت کا۔اس طرح دونوں اصناف ایک دوسرے سے قریب ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

11.4.2 اردو انشائیہ اور طنز و مزاح:

اردو میں ظرافت نگاری، طنز نگاری، مزاح نگاری، جیسی اصطلاحیں رائج ہیں جو اکثر مغالطے پیدا کرتی ہیں۔سمجھنے کی بات یہ ہے کہ طنز و مزاح کوئی صنف (Form) نہیں ہے بلکہ یہ اسلوب کی صفت (Quality) ہے۔اس لیے اسلوب کی یہ صفت، ادب کی ہر صنف میں دیکھی اور برتی جاسکتی ہے۔اس اعتبار سے ایک افسانہ یا ناول نگار بھی طنز و مزاح نگار ہوسکتا ہے، اور ایک ڈراما نگار اور انشائیہ نگار بھی۔غزل گو بھی اور نظم نگار بھی۔مغرب میں بھی طنز و مزاح کو کوئی صنف شمار نہیں کرتا، یہ مغالطہ صرف ہمارے یہاں موجود ہے۔اس لیے جب ہم اردو ادب کے مختلف اصناف کا مطالعہ کرتے ہیں، خواہ وہ نظم ہو یا نثر، دونوں میں اس صفت کا استعمال دیکھتے ہیں۔اس لیے انشائیہ مزاحیہ ہو یا سنجیدہ بحیثیت صنف کے انشائیہ ہی کہلائے گا۔تاہم اپنی آسانی یا تفہیم کے لیے ہم اس کی تخصیص مزاحیہ انشائیہ یا سنجیدہ انشائیہ کے طور پر کرسکتے ہیں۔

کوئی بھی تخلیقی تحریر اپنے اسلوب (Style of Writing) سے پہچانی جاتی ہے یعنی تخلیقی تحریر میں کشش اسلوب ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسلوب کی مختلف صفات میں ظرافت بھی ایک صفت ہے اور ظرافت کی دو قسمیں ہیں، طنز اور مزاح۔ پھر ان دونوں کی بھی مختلف ذیلی شکلیں ہیں۔ شعر و ادب میں ظرافت کے فروغ کا سبب معاشرے کا عمومی رویہ ہوتا ہے۔ معاشرے کی ناہمواریاں یا زندگی کی حماقتیں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو عوام کا ہمدردانہ شعور، جھنجھلاہٹ، نفرت اور برہمی یا ہنسی، ٹھٹھول اور لطیفہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ عوام کا یہ ردّعمل (فن کار بھی عوام ہی کا حصہ ہوتا ہے) جب اصلاحی مقاصد کے تحت حقارت آمیز تنقید بن جائے تو طنز اور اور مسرت آفرینی کے تحت مسکراہٹ اور قہقہوں میں بدل جائے تو مزاح کہلاتی ہے۔ اردو شعر و ادب میں ابتدائی زمانے سے ہی اس کی روایت موجود رہی ہے۔ انشائیہ میں ظرافتی صفات سے بہت کام لیا گیا ہے۔

11.4.3 اردو کے چند اہم انشائیہ نگار:

خواجہ حسن نظامی:

ان کے انشائیے ظرافتی اور اصلاحی ہیں۔ زبان کی چاشنی اور غور و فکر کے اجزا نے ان کے انشائیوں کو زندگی عطا کی ہے۔ ''کانا باتی'' اور ''سی پارۂ دل'' ان کے انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ مٹّی کا تیل، دیا سلائی، جھینگر کا جنازہ، مرغ کی اذان، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

رشید احمد صدیقی:

ان کے انشائیے تہذیبی قدروں کے پاسدار ہیں۔ انہوں نے شوخی اور ظرافت کے پردے میں زندگی کو کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔ قولِ محال، آزاد تلازمے اور الفاظ کے اُلٹ پھیر سے انہوں نے انشائیے میں نئی معنویت پیدا کی ہے۔ ''مضامینِ رشید'' ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ شیطان کی آنت، سلام ہونجد پر، دھوبی، چارپائی، ارہر کا کھیت، کیا کیا نہ کیا دولت کی خاطر، بیوی، دعوت، پاسبان، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

احمد شاہ پطرس بخاری:

ان کے انشائیے ذات سے وابستہ مضحکہ خیز عناصر کو ظرافتی انداز سے گرفت میں لیتے ہیں۔ روزمرہ زندگی کے واقعات، ان کے انشائیوں کے موضوعات ہیں۔ ''مضامینِ پطرس'' ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ سویرے جو کل آنکھ میری کھلی، کُتّے، لاہور کا جغرافیہ، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی:

ان کے انشائیے خیالات کی تہہ داری اور اسلوب کی فنکاری سے مسرت تعمیر کرتے ہیں۔ ان کے انشائیوں میں فلسفیانہ خیالات کا رچا ہوا شعور بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ الفاظ، تراکیب، فقروں اور مصرعوں کی مدد سے زندگی کی داخلی ساخت اور معنوی صورت کو بھارتے ہیں۔ چراغ تلے، خاکم بدہن، زرگشت، آبِ گم، شامِ شعرِ یاراں، ان کے انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر، علم دریاؤ، موصوفہ، جانا ہمارا کوٹل پارٹی میں، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

مجتبیٰ حسین:

ان کے انشائیے زندگی کی تلخیوں پر مزاح کا مرہم لگانے سے عبارت ہیں۔ انہوں نے شوخی اور بذلہ سنجی سے

اپنے موضوعات کو دیکھنے کی کوشش کی اور افسردہ دل کو شگفتگی سے ہمکنار کیا۔ ان کے انشائیوں میں تہذیبی رویے کو حرارت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان کے متعدد انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ جن میں تکلف برطرف، قطعِ کلام، قصہ مختصر، وغیرہ اہم ہیں۔ جنابِ صدر، میرا سلام کہیو، مجھے میرے دھوبی سے بچاؤ، نام میں کیا رکھا ہے، کُتّو! انسانوں سے خبردار رہو، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

انجم مانپوری

ان کے انشائیے مشاہداتی تجربات پر مبنی ہیں۔ معاشرے میں رونما ہونے والے صورتِ واقعہ سے ان کے انشائیوں کا خمیر اٹھتا ہے۔ وقت کی نبض پر ظرافتی نظر ڈالنے والے فنکار ہیں۔ ان کے انشائیوں میں تازگیِ فکر سے دل اور دماغ دونوں آسودہ ہوتے ہیں۔ طنزیات مانپوری، مطالباتِ مانپوری اور مرنے کے بعد، ان کے معروف انشائی مجموعے ہیں۔ میر کلّو کی گواہی، کرائے کی ٹم ٹم، شادی کی تقریب، وبالِ جان، چھوٹ کا نباہ، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

کنہیا لال کپور

ان کے انشائیے زندگی کی روح کو افزا کرنے والے اور شگفتگی پیدا کرنے والے ہیں۔ زندگی کے شاطرانہ پہلو پر ضرب لگانا ان کے فن کا اصل جوہر ہے۔ تہذیبی سیاق کا خصوصی خیال رکھتے ہیں۔ ان کے بھی متعدد انشائی مجموعے ہیں، جن میں سنگ وخشت، شیشہ و تیشہ، چنگ و رباب، بال و پر، نرم گرم وغیرہ بہت معروف ہیں۔ کامریڈ شیخ چلی، بے تکلفی، کاٹھ کا اُلّو، سبز باغ، حماقت، مجھے میرے بزرگوں سے بچاؤ، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

وزیر آغا

فنِ انشائیہ نگاری کو نئی فکری بصیرت سے ہمکنار کرنے والے انشائیہ نگار ہیں۔ ان کے انشائیوں میں تہذیبی سیاق حاوی پہلو ہے۔ وہ ذات میں پوشیدہ شگفتگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ خیال پارے، چوری سے یاری تک، دوسرا کنارہ، ان کے انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ آزادی، موڑ، حقّہ پینا، فٹ پاتھ، ہجرت، بارہواں کھلاڑی، گرمی اور کھڑکی، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

نظیر صدیقی

ان کے انشائیے زندگی کی ناہمواریوں اور کمزوریوں کے خلاف برہمی، تنقید و تنقیص کو پیش کرتے ہیں۔ ان کے انشائیوں میں ذات سے منسلک متضاد فکر پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ نفسیاتی تحلیل و تجزیہ بھی نظیر صدیقی کے انشائیوں کا خاص وصف ہے۔ وہ زندگی کے مسائل کا حل ڈھونڈنے سے زیادہ اس کی قلعی کھولتے ہیں۔ ”شہرت کی خاطر“ ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ غنڈہ، امتحان گاہ، آگ وہ گھر میں لگی ہے کہ بجھائے نہ بنے، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

غلام جیلانی اصغر

ان کے انشائیے مطالعاتی بصیرت، گہرے مشاہدے اور تخلیقی توانائی کا پتا دیتے ہیں۔ شائستہ اسلوبِ نگارش ان کے انشائیوں کی اصل پہچان ہے۔ ”نرم دمِ گفتگو“ ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ بستر میں لیٹنا، گالی

دینا، وراثت، تسخیرِ کائنات، چہرے، بچہ پالنا، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

مشکور حسین یاد

ان کے انشائیے نئے خیالات، نئے احساسات، نئے تجربات و مشاہدات پر مبنی ہیں۔ وہ طنز و مزاح سے اپنے انشائیوں کو سجاتے ہیں اور زندگی کے مختلف موضوعات پر ہمدردی اور شفقت سے قلم رکھتے ہیں۔ ان کا یہی ہمدردانہ سلوک ان کے انشائیوں میں زندگی بھرتا ہے اور ہستی کے نئے ذائقے سے آگاہ کرتا ہے۔ متاعِ دیدہ و دل، دشنام کے آئینے، بات کی اونچی ذات، وقت کا استعارہ، جوہرِ اندیشہ، ان کے انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ نادانی کا شعور، نا تجربہ کاری لمحے کا دوام، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

مشتاق قمر

ان کے انشائیوں میں فلسفیانہ تدابیر کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ طنز و مزاح کا ایک بہاؤ بین السطور کارفرما رہتا ہے۔ مشتاق قمر کے اسلوب میں ایک قسم کی متانت ملتی ہے جو فکر کو تحریک بخشتی ہے۔ ''ہم ہیں مشتاق'' ان کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ چھڑی، کچھ نیند کی مذمت میں، بیٹھنا، دھوپ کھانا، آئس کریم کھانا، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

احمد جمال پاشا

ان کے انشائیے زندگی کی ناہمواریوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ انسانی حماقتوں کو ڈرامائی انداز سے پیش کرنا اور بے تکلفانہ سادگی کو ظاہر کرنا ان کے انشائیوں کی خصوصیت ہے۔ ان کے اسلوب پر ظرافت کا گہرا اثر ہے اس لیے دل اور دماغ دونوں کو متاثر کرتا ہے۔ ''اندیشۂ شہر'' اور ''مضامینِ پاشا'' ان کے انشائیوں کے مجموعے ہیں۔ ڈھل مُل بھائی، بے ترتیبی، ہجرت، بلیوں کے سلسلے میں، وغیرہ ان کے مشہور انشائیے ہیں۔

11.5 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے

- انشائیہ نگاری کے فن کے بارے میں معلومات حاصل کی۔
- انشائیہ نگاری کے بارے میں مختلف خیالات سے واقف ہوئے۔
- انشائیہ نگاری کی ادبی اور لسانی اہمیت کو سمجھا۔
- انشائیہ نگاری کی روایت سے واقف ہوئے۔
- انشائیہ نگاری، مضمون نگاری اور طنز و مزاح کے فرق کو جانا۔
- اردو کے چند اہم انشائیہ نگاروں کے بارے میں معلومات حاصل کی۔

11.6 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ انشائیہ کسے کہتے ہیں؟

2۔ اردو میں انشائیہ نگاری کی ابتدا کس عہد سے سمجھی جاتی ہے؟

3۔ انشائیہ نگاری کیوں ایک متنازعہ صنف ہے؟

4۔ مغرب میں انشائیہ نگاری کی ابتدا کس نے کی؟

5۔ طنز ومزاح کی حیثیت صنفی ہے یا صفاتی۔

6۔ اردو کے تین انشائیہ نگاروں کے نام بتائیں۔

7۔ رشید احمد صدیقی کے انشائیوں کے مجموعہ کا نام بتائیں۔

8۔ 'شہرت کی خاطر' کس کے انشائیوں کا مجموعہ ہے؟

9۔ جدید انشائیہ نگاری کی ابتدا کس نے کی؟

10۔ مندرجہ ذیل انشائیوں کے مصنف کا نام بتائیں:۔

i	ارہر کا کھیت	ii	سویرے جو کل آنکھ میری کھلی
iii	بارہواں کھلاڑی	iv	کامریڈ شیخ چلّی
v	کرائے کی ٹم ٹم	vi	ڈُھل مُل بھائی
vii	میرا اسلام کہیو	viii	جھینگر کا جنازہ

11.7 سوالات کے جوابات

1 انشائیہ استعجابی تأثر سے گُتھی ہوئی ایسی تحریر ہے جس میں موضوعات کی پیش کش مختصر ہوتی ہے۔ یہ غیر رسمی مگر دوستانہ اور بے تکلف ہوتی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت دلکش، تازہ اور شگفتہ ہوتا ہے۔ اس میں موضوعات کی کوئی حد نہیں ہوتی، اس لیے معمولی موضوع بھی غیر معمولی بن جاتا ہے۔ ظرافت کی فضا سازی سے اس کی دلکشی بڑھ جاتی ہے۔

2 عہدِ سرسید سے انشائیہ کی ابتدا سمجھی جاتی ہے۔

3 مضمون اور انشائیہ کو ایک ہی سمجھ لینے اور طنز و مزاح کو صنف سمجھنے کی وجہ سے یہ متنازعہ بن گئی ہے۔

4 فرانسیسی مصنف موٹین (1532-92) نے پہلے پہل مغرب میں اس کی ابتدا کی تھی۔

5 طنز و مزاح کی حیثیت صفاتی ہے۔

6 رشید احمد صدیقی۔ مشتاق احمد یوسفی۔ مجتبیٰ حسین۔

7 مضامینِ رشید

8 نظیر صدیقی

9 وزیر آغا

10

i	رشید احمد صدیقی	ii	احمد شاہ پطرس بخاری	iii	وزیر آغا
iv	کنہیا لال کپور	v	انجم مانپوری	vi	احمد جمال پاشا
vii	مجتبیٰ حسین	viii	خواجہ حسن نظامی		

11.8 فرہنگ

زاویہ	:	گوشہ
محققین	:	تحقیق کرنے والے۔محقق کی جمع
منضبط	:	پیوستہ کیا ہوا۔مضبوط کیا ہوا
انکشاف	:	ظاہر کرنا۔کھولنا
استدلال	:	دلیل۔دلیل لانا
استعجاب	:	تعجب۔حیرانی۔
خشونت	:	سختی۔تلخی
تنازعہ	:	جھگڑا
وسعت	:	پھیلاؤ۔
انبساط	:	خوشی۔شادمانی
نوعیت	:	قسم۔
مابعدالطبیعاتی	:	فوق الفطرت۔الٰہیات
مستحکم	:	پکّا۔مضبوط۔
مربوط	:	ربط کیا گیا۔بندھا ہوا۔وابستہ
خلاّقیت	:	پیدا کرنے کی صلاحیت
طمانیت	:	اطمینان۔تسلّی
ترفُّع	:	بلندی چاہنا۔ارفع۔
جامعیت	:	ہمہ گیری۔کاملیت
صنعت	:	کاریگری
ترسیل	:	بھیجنا۔روانہ کرنا
ابلاغ	:	تبلیغ،پہنچانا۔
تخصیص	:	خصوصیت۔مخصوص

11.9 سفارش کردہ کتب

سید محمد حسنین	صنفِ انشائیہ اور انشایئے	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	1988
ظہیرالدین مدنی	اردو اسّیز	مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دہلی	1992

وزیر آغا	انشائیہ کے خدوخال	مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دہلی	2012
احمد امتیاز	انشائیہ کے فنی سروکار	ایم آر پبلی کیشنز نئی دہلی	2012
محمد اسد اللہ	انشائیہ کی روایت	ماڈرن پرنٹ ناگپور،	2015
وحید قریشی	اردو کا بہترین انشائی ادب		

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY